شیخ الحدیث مولانا محمد یونس حفظہ اللہ تعالیٰ
خطیب جامعہ سلفیہ

معراج مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حکمتیں

الحمد للہ رب العالمین و الصلوٰۃ و السلام علی سید المرسلین اما بعد!

فاعوذباللہ بسم اللہ

سبحن الذی اسری بعبدہ لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الأقصا الذی بٰرکنا حولہ لنریہ من أیٰتنآ إنہ ھو السمیع البصیرo (الاسراءآیت نمبر 1)

وہ ذات ہر عیب سے پاک ہے جس نے اپنے بندے کو رات کے ایک تھوڑے سے حصہ میں مسجد حرام سے مسجد اقصا تک سیر کروائی وہ مسجد اقصیٰ جس کے گردونواح کو ہم نے بابرکت بنا رکھا ہے تا کہ اپنے بندے کو بڑی بڑی نشانیاں دیکھائیں۔ بے شک وہ اللہ سننے والا دیکھنے والا ہے۔

شوق جنت انسانی فطرت میں

رب ذوالجلال نے ہمارے جدامجد آدم علیہ السلام کو جنت میں کچھ عرصہ رکھ کر جنت کا شوق ہماری فطرت میں پیدا کردیا کہ ہم میں سے ہر شخص اس دنیا میں آنے کے بعد خوب سے خوب تر کی تلاش میں ہے بہتر سے بہتر آسائش اور زیادہ سے زیادہ دولت عزت مناصب اور اقتدار کے حصول کا متمنی ہوتا ہے۔ یہ انسان کی فطرت ہے لیکن آخرت کو اور اللہ کو نہ ماننے والا انسان یہ سمجھتا ہے کہ دنیا ہی جنت ہے اس دنیا میں ہر قسم کی آسائش حاصل کرلے ، راحت حاصل کرلے، زیادہ سے زیادہ دنیا کا مال حاصل بنالے اس لئے کہ یہی ہماری جنت ہے۔ اللہ تعالی اور قیامت کا منکر اسی دنیا کو جنت بنانے پہ بضد ہے لیکن خالق کائنات نے اپنے ماننے والوں پر یہ بات واضح کردی کہ یہ دنیا وہ جنت نہیں ہے جس جنت کا شوق تم میں پیدا کیا گیا ہے ، وہ

لازوال جنت ہے وہ ہمیشہ کے باغات ہیں ، وہ لازوال نعمتیں ایسی ہیں جن کا انسان تصور بھی نہیں کرسکتا۔

حصول جنت کیسے ممکن

اس دنیا میں خالق و مالک کے دیئے ہوئے نظام حیات کو اختیار کر کے جنت کے حصول کو ممکن بنایا جاسکتا ہے ، اپنے آپ کو جنت کا حق دار ثابت کر کے ہم جنت حاصل کر سکتے ہیں وہ نظام زندگی، وہ دین اسلام جو ربّ ذوالجلال نے انسان کے لیے منتخب کیا ہے۔اس پر چل کر ہم اپنی آخرت کو سنوار سکتے ہیں اور اس کے نتیجہ میں ہم جنت کے وارث قرار پائیں گے۔

ہم ضرور جنت کے حق دار بن سکتے ہیں کیونکہ ربّ ذوالجلال نے ہمیں یہ دین ، یہ قرآن دیا، انبیاء اور رسل کو بھیجا تا کہ ہم وہ نظام حیات، زندگی گزارنے کا وہ طریقہ سیکھ لیں جس طریقہ پر چل کر ہم لازوال جنت کو حاصل کر سکتے ہیں اور ہمیشہ رہنے والی نعمتوں کو حاصل کرنے کے حقدار بن سکتے ہیں۔

دین اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات

دین اسلام زندگی گزارنے کے لئے ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جو ہمیں سکھاتا ہے کہ ہم نے دنیا کیسے بسر کرنی ہے؟ مگر بجائے اس کے کہ اللہ تعالی کے عطا کردہ اس دین کو ،قرآن کو، اس نظام زندگی کو اختیار کرتے ہم نے دین کو چند مخصوص ایام کا نام دے کر اور اس مناسبت سے جشن منا کر یہ سمجھ لیا کہ ہم نے دین اسلام کے تقاضے اور مسلمان ہونے کا حق ادا کر دیا ہے ۔ مسلمان قوم کبھی جشن نزول قرآن مناتی ہے اور کبھی جشن عید میلاد النبی مناتی ہے اور کبھی جشن معراج النبی مناتی ہے اور اس پر فخر کرتی ہے۔جب کہ حقیقت یہ ہے کہ دین اسلام جشن منانے کا نام نہیں ہے۔یہ دین اسلام تو ایک ضابطہ حیات ہے جو ہمیں بتاتا ہے کہ تم نے دنیا میں زندگی کیسے گزارنی ہے تمہارے شب و روز کیسے گزریں؟ تمہاری تجارت کیسی ہونی چاہیے؟ تمہارے آپس کے معاملات کیسے ہونے چاہئیں؟ اقوام عالم کے باہمی تعلقات کیسے ہونے چاہئیں۔ دین تو تمہیں یہ سب کچھ بتاتا ہے لیکن تم نے دین کی باتوں کو چھوڑ کر اللہ تعالی کے دیئے ہوئے نظام کو چھوڑ کر محض جشن منانے پر اکتفا کر لیا ہے! اگر ایام منانے کی حکمت دین اسلام کا تقاضا ہوتی تو ان

خاص ایام کی تاریخیں ربّ ذوالجلال ہمارے لئے محفوظ کر دیتا ، یہ قرآن مجید جو انسانیت کے لیے نظام زندگی ہے ، ربّ ذوالجلال نے قیامت تک کے لیے اسے محفوظ کر لیا اس قرآن مجید کی تشریح کے لیے احادیث رسول ﷺ کو محفوظ کر لیا، قیامت تک کے لیے یہ دین ، یہ وحی الٰہی انسانیت کے لیے ضابطہ حیات ہے اسے قیامت تک کے لیے محفوظ کر لیا گیا۔ اگر یہ ایام منانا دین اسلام کی حکمت ہوتی تو رب ذوالجلال ان کی تاریخوں کو ہمارے لئے محفوظ فرما دیتے، لیکن نہ تو میلاد النبی کی تاریخ پر امت آج تک متفق ہو سکی ہے کہ ولادت نبوی کی تاریخ کیا تھی؟

اگر عید میلاد النبی منانا دین کی حکمت ہوتی تو کم از کم نبی ﷺ کی پیدائش کی تاریخ محفوظ کر لیا جاتا کہ آپ فلاں تاریخ کو پیدا ہوئے تھے ۔ اگر جشن نزول قرآن منانا دین اسلام کی حکمت ہوتی تو کس تاریخ کو قرآن نازل ہوا ، وہ تاریخ ضرور محفوظ ہو جاتی ، قرآن ہمیں صرف یہ بتاتا ہے کہ اس کے نزول کا آغاز شب قدر کو ہوا تھا لیکن وہ رمضان کی کون سی تاریخ تھی اس کا کہیں ذکر نہیں۔

معراج عظمت نبوی ﷺ کا مظہر

معراج النبی ایک حقیقت ہے اور ہمارے ایمان کا جزء ہے کہ رب ذوالجلال نے اپنے پیارے بندے سیّد کائنات ﷺ کو معراج کروایا، انہیں آسمانوں پہ لے گیا ۔لیکن کس تاریخ کو ،کس مہینے کو ،کس سال کو، نہ قرآن بتاتا ہے اور نہ تاریخ اسلام بتاتی ہے کہ معراج النبی ﷺ کس سال ہوا ،کس مہینے میں ہوا اور کس تاریخ کو ہوا، مؤرخین کے بے شمار اقوال ہیں جن میں ایک قول یہ بھی ہے کہ ۲۷ رجب کو ہوا تھا مگر کس سال ہوا اس پر اتفاق نہیں ہے۔ اکثریت کا خیال یہی ہے کہ آپ کی ہجرت سے ایک سال پہلے ہوا تھا یہ مؤرخین کے اقوال ہیں لیکن دین اسلام کی حکمت نہیں تھی کہ ان ایام کو بطور جشن منایا جائے۔ بلکہ ربّ کائنات نے ہمیں ان چیزوں میں کچھ اسباق اور دروس دیئے ہیں ہمیں کچھ امور سمجھائے ہیں۔ لیکن ان چیزوں سے کوئی درس لینے کی بجائے ہم یہ سمجھتے ہیں کہ جشن نزول قرآن کو منا لیا تو اس کا حق ادا کر دیا۔

اللہ تعالی نے نبی اس لیے نہیں بھیجا تھا کہ اس کی آمد پہ جشن منایا جائے ، مگر ہم نے

رسول کی آمد پر جشن تو منا لئے لیکن جو رسول ﷺ کی آمد کا مقصد تھا ، جو تعلیمات نبی ﷺ لے کر آئے ہم نے ان کو پس پشت ڈال دیا۔ معراج النبی ﷺ میں کون سے اسباق اور دروس ہیں کون سی حکمتیں ہیں ہم نے ان سب کو فراموش کر دیا۔

معراج نبوی ﷺ کی مناسبت سے جلسے اور محفلیں منعقد ہوتی ہیں ، اکثر علماء ایک قصے اور کہانی کے طور پر واقعہ معراج بیان کرتے ہیں کہ معراج کا واقعہ کیسے ہوا تھا اس پر جشن مناتے ہیں راتوں کو جلسے کرتے ہیں کھانے پینے کی محفلیں سجاتے ہیں لیکن اس معراج النبی ﷺ میں ہمارے لیے کیا چیز پنہاں ہے وہ کیا راز ہے ، کیا حکمتیں ہیں ، وہ کیا دروس ہیں؟ جو ایک مسلمان کو اس سے حاصل کرنے چاہئیں۔ آیئے آج اس پر غور کرتے ہیں کہ ایک مسلمان کے لیے معراج النبی ﷺ میں کیا حکمتیں ہیں اور کیا دروس ہیں اور ایک مسلمان کو اس واقعہ معراج سے کیا سبق حاصل کرنا چاہیے۔

معراج کے واقعہ کا پس منظر اگر ہمارے سامنے ہو کہ کس کیفیت میں رب ذوالجلال نے اپنے پیارے حبیب ﷺ کو آسمانوں پر بلا کر اپنی قربتیں ودیعت فرما کر ایسی عظمت عطا کی جو پوری انسانیت میں کسی انسان کو حاصل نہیں تھی اور اس میں پہلا درس یہی ہے۔" سبحن الذی اسری" کہ وہ ذات ہر عیب سے پاک ہے اور ہر خوبی ہر کمال کی مالک ہے۔ جس نے اپنے بندے کو زمین سے اٹھا کر آسمان کی بلندی پر پہنچا کر وہ عظمت و رفعت عطا کی جو کسی اور کو نہیں مل سکی اور نہ کوئی اسے قیامت تک پا سکتا ہے۔

سب سے بنیادی بات یہ سمجھائی کہ عظمت اگر کسی کی ہے تو صرف ایک اللہ کی اس کے سواء کسی کے پاس عظمت نہیں ہے ، نہ کسی کے پاس بڑھائی اور کبریائی ہے ۔ عزت اور عظمت صرف ایک اللہ کی ہے "فان العزة لله جميعا" (سورۃ النساء، پارہ ۵، آیت ۱۳۹) عزت ساری کی ساری اللہ کی ہے جو عزت کو حاصل کرنا چاہتا ہے عزت پانا چاہتا ہے۔ اسے اللہ کے قریب ہونا چاہیے رب سے لو لگا کر، اس کے قریب ہو کر ہی کوئی عزت و عظمت پا سکتا ہے، ربّ کے قرب کے بغیر نہ تو کسی کو عزت مل سکتی ہے اور نہ عظمت ۔ اس واقعہ معراج میں سب سے بڑا درس یہ ہے

کہ عظمتیں صرف اللہ کے لیے ہیں اور جو اللہ کا بن جاتا ہے اللہ اس کو عظمتیں عطا کرتا ہے ۔ جو شخص دنیا کے مال و دولت ، دنیا کے عہدوں اور اقتدار کے ساتھ دنیا میں عزت و عظمت پانا چاہتا ہے یا خود کو بڑا ثابت کرنا چاہتا ہے ، وہ کبھی بڑا نہیں بن سکتا ۔ دنیا میں بہت لوگ آئے جنھوں نے خود کو عظیم ثابت کرنا چاہا لیکن آج تاریخ میں ان کا نام بھی نہیں ہے نہ آج دنیا اُن کے ناموں کو جانتی ہے۔ کسی نے سکندر اعظم بن کر ساری دنیا فتح کرنا چاہی لیکن کامیاب نہیں ہو سکا۔ آج کے حکمران بھی سمجھتے ہیں کہ وہ اپنی دولت اور اپنی چالاکیوں اور ہوشیاریوں کے بل بوتے پر عظمت و عزت پا سکتے ہیں ۔ نہیں ایسا نہیں ہو سکتا ہے وہ جو چاہیں کر لیں عظمت اور عزت ملے گی تو اللہ کے قریب ہونے سے ملے گی ساری دنیا کی دولتیں اکٹھی کر لیں لیکن لوگوں کے دِلوں میں عزت پیدا نہیں ہو سکتی ۔

یہ واقعہ ہمیں درس دیتا ہے کہ دنیا میں بہت سے لوگ آئے جنھوں نے اپنی عظمت منوانا چاہی لیکن ذلیل ہو کر دنیا سے گئے، وہ فرعون ہو یا نمرود ، ان کے زمانہ میں ان سے بڑا کوئی حکمران نہیں تھا، لیکن یہ بھی دنیا سے گئے۔ تو ذلیل و رسوا ہو کر گئے جو ربّ کے مقابلے میں اپنی عظمت منوانا چاہتا ہے ، اسے عظمت نہیں بلکہ ذلت ملتی ہے واقعہ معراج کا بنیادی سبق یہ ہے کہ عظمت ہے تو صرف اللہ کی ہے اور کوئی عظمت لینا چاہتا ہے تو اللہ کے ساتھ لو لگائے بغیر، اس کے احکامات مانے بغیر، اس کے دین پہ چلے بغیر کوئی عظمت حاصل نہیں کر سکتا۔

اس میں اُمت کے لیے یہ درس بھی ہے کہ حالات کے ظاہری بگاڑ سے پریشان نہ ہوں، حالات کیسے بھی ہوں بظاہر سب کچھ پریشان کن ہو، مسلمان مغلوب ہو رہے ہوں ، محسوس ہو رہا ہو کہ کچھ عرصے کہ بعد اسلام اور اسلام کے نام لیوا نہیں رہیں گے ، مٹ جائیں گے۔ نہیں ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔

یہ واقعہ معراج ہمیں بتاتا ہے کہ ربّ ذوالجلال نے اپنے پیارے نبی ﷺ کو اس وقت معراج کروایا جب حالات یہ تھے کہ پوری سرزمین مکہ آپ ﷺ کی دشمن بن چکی تھی آپ ﷺ کی طویل تبلیغی جدوجہد کے باوجود بھی مکہ شہر اکثر کے باسی آپ پر ایمان نہیں لا رہے تھے ان حالات میں آپ ﷺ کے چچا ابو طالب جو دنیا کے لحاظ سے آپ کا ایک سہارا تھے۔ وہ بھی دنیا

سے چلے جاتے ہیں اور آپ کی ڈھارس بندھانے والی، حوصلہ دینے والی عظیم بیوی حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی اپنے رب کے پاس چلی جاتی ہیں ، گھر سے باہر ابو طالب کا سہارا تھا ، گھر میں غمگسار بیوی کا سہارا تھا دونوں سہارے نہ رہے۔ پوری قوم آپ کے مخالف اور جانی دشمن ہے آپ پر ایمان نہیں لاتی۔ آپ کی جان لینا چاہتی ہے، ان حالات میں ربّ ذوالجلال یہ کہتے ہیں کہ اے نبی ﷺ ہم نے اس دین کو غالب کرنا ہے اور یہ غالب ہو کر رہے گا۔

ظاہری کیفیت یہ تھی کہ دشمن کے مظالم سے تنگ آ کر اور اہل مکہ کے بائیکاٹ کی وجہ سے آپ ﷺ کا خاندان شعب ابی طالب میں محصور ہو جاتا ہے۔ تین سال تک کھانے پینے کا سامان نہیں مل رہا ، بھوکے پیاسے بچوں کی آوازوں سے پوری وادی گونجتی رہی ، شعب ابی طالب میں تین سال گزار کے باہر آئے چچا فوت ہو جاتے ہیں بیوی کا انتقال ہو جاتا ہے، اپنی قوم سے مایوس ہو گئے کہ ایمان نہیں لا رہی ہے۔

اہل مکہ سے مایوس ہو کر طائف کا رُخ کرتے ہیں کہ شاید اہل طائف میں کوئی ایسا انسان ہو جو میری بات قبول کر لے ایمان لے آئے ، میری بات کو سمجھ کر دائرہ اسلام میں داخل ہو جائے۔ لیکن جب طائف جا کر اہل طائف کو دین کی دعوت دیتے ہیں تو اہل طائف آپ ﷺ کے ساتھ بدترین سلوک کرتے ہیں ایسا بدترین سلوک جو رحمت کائنات ﷺ کو کبھی نہیں بھولا۔ آپ ﷺ سے پوچھا گیا آپ ﷺ کی زندگی میں تکالیف اور مشکلات کے بے شمار مواقع آئے غزوہ احد میں آپ ﷺ کے دانت ٹوٹ گئے آپ ﷺ زخمی ہو گئے کیا اس سے بھی زیادہ کوئی تکلیف دہ دن آپ ﷺ کی زندگی میں آیا؟ تو فرمایا کہ ہاں طائف کی وادیوں میں میرے ساتھ جو سلوک کیا گیا، مجھے زخمی کیا گیا، میرے پیچھے بچوں کو لگا کر مجھے شہر بدر کیا گیا۔ یہ واقعات مجھے کبھی نہیں بھولتے۔

میری زندگی کا مشکل ترین وہ دن تھا جب اہل طائف مجھے پریشان کر رہے تھے مجھے طائف سے نکال رہے تھے، نہ اپنی بات سمجھانے کا موقع دے رہے تھے نہ کہیں آرام سے بیٹھنے کی اجازت دے رہے تھے۔ ان حالات میں ربّ کائنات اپنے پیارے نبی ﷺ کو آسمانوں پہ بلاتے

ہیں اور معراج کی صورت میں آپ کو وہ عظمتیں عطا فرماتے ہیں جو اس سے قبل کسی انسان کے نصیب میں نہیں آئیں ۔ رب ذو الجلال جب اپنے کسی پیارے کو رفعت اور بلندی عطا کرنے کا فیصلہ کرلیں تو سب لوگ مل کر بھی اسے نیچا دکھانا چاہیں تو کبھی کامیاب نہیں ہوسکتے۔

آسمان کی جانب سفر سے پہلے آپ کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ لے جایا گیا، اگر آسمان پر جانا ہی مقصود تھا تو براہِ راست مسجد حرام سے آسمان پر لے جایا جاتا ، لیکن ایسا نہیں کیا گیا، کیوں کہ ایک بہت بڑی تبدیلی کا اظہار مقصود تھا، اس زمین پر ربّ کائنات کے دو گھر تھے ایک مکہ میں بیت اللہ اور دوسرا فلسطین میں بیت المقدس تھا۔ ابراہیم علیہ السلام کے بعد جتنے بھی انبیاء آئے سبھی ابراہیم علیہ السلام کے دو بیٹوں سیدنا اسحٰق اور سیدنا اسمٰعیل علیہما السلام کی اولاد میں سے تھے لیکن سیدنا اسحاق علیہ السلام کو شام کا علاقہ دیا گیا۔ جہاں بیت المقدس تھا اور اسماعیل علیہ السلام کی اولاد کو عرب کا علاقہ دیا گیا جہاں مکہ تھا اور ربّ ذوالجلال نے سیدنا اسحاق علیہ السلام کے بیٹے حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد بنی اسرائیل کو اس دنیا میں فضیلتیں، برکتیں اور عظمتیں عطا کیں، اس ذمہ داری کے ساتھ کہ میرے دین پہ چلنا ہے۔ اگر میرے دین پر چلو گے تو یہ برکتیں یہ عظمتیں تمہیں حاصل رہیں گی، لیکن اگر تم نے میرے دین کو چھوڑ دیا تو تم سے سب کچھ چھین جائے گا لیکن بنی اسرائیل اپنے آپ کو اس کا اہل ثابت نہ کرسکے ۔ ربّ ذوالجلال نے واقعہ معراج میں بیت اللہ سے مسجد اقصی اور پھر آسمان کی جانب سفر سے اس بات کو واضح کردینا چاہا کہ اولاد اسمٰعیل علیہ السلام کو بیت اللہ کی تولیت کے ساتھ ساتھ آج کے بعد بیت المقدس کی تولیت بھی اس آخری نبی کے ذریعہ اس کی اُمت کو دے دی گئی ہے۔ گویا یہ اعلان تھا کہ یہ تمام عظمتیں ، برکتیں اور فضلتیں جو بنی اسرائیل کو حاصل تھیں ان سے واپس لے کر اس آخری اُمت کے حوالے کردی گئی ہیں اب یہ ساری عظمتیں برکتیں اس آخری اُمت کو حاصل ہوں گی۔ لیکن شرط وہی ہوگی کہ اللہ کے دین کو اختیار کرنا ہے، وہ نظام زندگی جو مالک الملک نے عطا کیا ہے اس کے ساتھ زندگی گزارو اور کوئی شرط نہیں ہے، اگر یہ امت اللہ کے دین پر چلتی رہے گی تو یہ عظمتیں اسے حاصل رہیں گی لیکن اگر اس نے بھی اس کو چھوڑ دیا ، دین سے

لاتعلق ہوگئے، دین کو پس پشت ڈال دیا، تو بنی اسرائیل کی طرح ان سے بھی بیت المقدس چھین لیا جائے گا۔

آپ ﷺ کو معراج سے پہلے بیت اللہ میں لے جایا گیا اور زم زم کے کنویں کے پاس آپ کو لٹا کر آپ کا سینہ چاک کر کے آپ کے سینے کو ہر قسم کی آلودگی سے پاک کیا گیا۔

اس میں بھی ہمارے لئے ایک درس ہے کہ جو ربّ کے قریب ہونا چاہتا ہے اور اس کا قرب چاہتا ہے۔ اسے اپنے سینے کو ہر قسم کی آلودگی سے صاف کرنا ہوگا، وہ شرک کی آلودگی ہو یا حسد و بغض کی، یا نفرت اور دشمنی کی آلودگی ہو یا حرص و طمع کی، دل کو اللہ کے لیے اور اللہ کی مخلوق کے لیے ہر قسم کی آلودگی سے صاف کرنا ہوگا۔ اگر ہمارے دل اللہ اور اس کی مخلوق کے لئے صاف ہیں تو پھر ہمیں عظمتیں اور ربّ کی قربتیں حاصل ہو سکتی ہیں، لیکن اگر ہم دل میں شرک کو، حسد، بغض اور کینہ کی غلاظتوں کو لے کر ربّ کے قریب ہونا چاہیں گے تو کبھی کامیاب نہیں ہو سکیں گے۔

شقِ صدر کے بعد ایک سواری براق لائی گئی جس پر آپ ﷺ کو سوار کر کے بیت المقدس لے جایا گیا۔ ربّ ذو الجلال اس بات پر قادر تھے کہ بغیر کسی سواری کے آپ کو بیت المقدس پہنچا دیتے۔ جس طرح کہ فرشتے بغیر کسی سواری کے اپنی منزل مقصود تک پہنچ جاتے ہیں۔

یہاں بھی ایک درس ہے کہ اس زمین پر اس دنیا میں اہل دنیا کے لیے اسباب کو اختیار کرنا ضروری ہے۔ دنیا گزارنے کے لیے اسباب کو اختیار کریں لیکن توکل اللہ کی ذات پر ہو۔ اسباب آپ نے اختیار کرنے ہیں اسباب اختیار کئے بغیر اللہ سے دعائیں کرتے رہو کچھ نہیں ملے گا، ہزار بار دعائیں کریں، کہ اے اللہ کو اولاد دے، جب آپ شادی نہیں کرتے اولاد کیسے ہوگی؟ اسباب اختیار کریں پھر اللہ تعالی سے اولاد مانگیں وہ اولاد دینے والا ہے۔

اسباب اختیار کریں لیکن اعتماد اور توکل اللہ تعالی کی ذات پر ہو، کہ اے اللہ سبحانہ وتعالی ہر چیز کا انجام تیرے ہاتھ میں ہے اسباب اختیار کر کے تیری عطا کردہ توفیق سے ہم کام کا آغاز تو کر سکتے ہیں لیکن کامیابی تیرے ہاتھ میں ہے۔ تو ہمیں کامیابی عطا فرما۔ بغیر اسباب کے کچھ نہیں ملے گا لیکن اسباب اختیار کرنے کے بعد اعتماد اور کامل توکل اللہ تعالی کی

ذات پر ہو کہ دینے والا وہ ہے بہتر انجام اور کامیابی اس کے ہاتھ میں ہے۔

اسی طرح بیت اللہ سے معراج کا آغاز ہمیں درس دیتا ہے کہ اے اللہ کے بندو اگر تم بھی عروج چاہتے ہو، کامیابی چاہتے ہو، عظمتیں چاہتے ہو، تو پھر ہر ترقی وعروج کا آغاز اللہ کے گھر مسجد سے ہوتا ہے کسی اور جگہ سے نہیں ہوتا۔

معراج کا نقطہ آغاز مسجد حرام تھی اور انتہا بھی مسجد حرام تھی اس میں بندوں کے لیے درس یہ ہے کہ اے بندو اگر تم دنیا میں عروج اور ترقی چاہتے ہو تو مسجد سے تعلق قائم کئے بغیر تم یہ سب کچھ حاصل نہیں کر سکتے ہو اسی مسجد سے تمہیں عروج ملے گا اس کے ساتھ وابستہ رہو گئے تو تم کو عروج حاصل رہے گا لیکن اگر تم نے دنیا کی رنگینیوں میں کھو کر مسجد کو فراموش کر دیا تو تاریخ بھی تمہیں فراموش کر دے گی۔

اور تاریخ اسلام اس بات پہ شاہد ہے کہ جب تک مسلمان حکمران دنیا کی خلافت کے ساتھ ساتھ مسجد کی امامت بھی کرتے رہے حکمران بھی تھے لیکن مسجد کے امام بھی تھے تب تک ان کو دنیا میں عروج حاصل رہا کامیابی ان کا مقدر رہی لیکن جب حکمرانوں نے مسجد کو چھوڑ دیا مسجد کی امامت کو حقیر سمجھا، تب سے ان کا عروج زوال پذیر ہونے لگا، یہاں تک کہ ان سے خلافت چھن گئی اور آج امت بغیر خلافت ذلت وپستی کا شکار ہے۔ واقعہ معراج سے ہمیں درس ملتا ہے کہ اے اللہ کے بندو اگر تم عروج چاہتے ہو تو تمہیں عروج مل سکتا ہے۔ ترقی مل سکتی ہے لیکن ترقی کا آغاز بھی یہ مسجد ہے اور اس کی بقا بھی مسجد سے وابستگی میں ہے۔ اس لیے اپنی زندگی کو اللہ کے گھروں سے وابستہ کر دو یہاں آؤ اللہ کے دین کو سیکھو۔ اللہ کے احکامات کو معلوم کرو اور اس کے مطابق اپنی زندگی گزارو پھر دیکھو کہ دنیا میں کیسے تمہیں عروج ملتا ہے ترقی ملتی ہے۔

ربّ ذوالجلال نے معراج کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا "سبحان الذی اسریٰ بعبدہٖ" ہر عیب سے پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے کو (جو بندگی کے سب سے اعلیٰ مقام تک پہنچ چکا تھا) رات کے ایک تھوڑے سے حصہ میں سیر کرائی۔ رب ذوالجلال نے اس سے ہمیں یہ درس دیا کہ اے لوگو اگر تم بھی عروج اور ترقی چاہتے ہو دنیا وآخرت کی

کامیابی چاہتے ہو تو اس کا بہترین راستہ یہ ہے کہ اللہ کی بندگی اختیار کرو۔

ربّ ذوالجلال اپنے اس بندے کو جو بندگی کے سب سے اونچے مقام پر فائز تھے، اس معراج کے موقع پر انہیں امام الانبیاء کے منصب پر فائز کر کے دنیا والو پر واضح کرنا چاہتے تھے کہ اس آخری نبی ﷺ کی موجودگی میں اگر کوئی اور نبی یا رسول (جیسے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام) آ جائیں تو ان کو بھی اس آخری نبی پر ایمان لانا ہوگا اس کی شریعت کو ماننا ہوگا اس کی اطاعت کرنا ہوگی اس لیے آپ ﷺ نے فرمایا: و اللہ لو کان موسن حیا بین اظھرکم ما حل لہ الا ان یتبعنی (مسند احمد، دارمی)

اللہ کی قسم اگر آج تمہارے درمیان موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو ان کے لیے میری اطاعت کے سوا کوئی راستہ نہیں تھا۔ اسی لئے رب ذوالجلال نے تمام انبیاء سے عہد لیا تھا۔

وإذ أخذ اللّٰه ميثاق النبيين لمآ أتيتكم من كتب وحكمة ثم جآء كم رسول مصدق لما معكم لتؤمنن به ولتنصرنه قال ء أقررتم وأخذتم على ذالكم إصرى قالوا أقررنا قال فاشهدوا وأنا معكم من الشهدينO
(آل عمران آیت نمبر 81)

جب اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء سے ایک عہد لیا تھا کہ جب میں تمہیں کتاب اور حکمت عطا کروں پھر تمہاری زندگی میں اور تمہارے عرصہ نبوت میں وہ رسول آ جائے جو اس دین کی بھی تصدیق کرے جو دین اللہ نے تمہیں عطا کیا ہے۔ تو تم سب پر یہ لازم ہوگا کہ تم اس آخری نبی پر ایمان لاؤ اور تم پر یہ بھی لازم ہوگا کہ تم اس کے دستِ بازو بن جاؤ اور اس کے دین کی نصرت کے لیے کام کرو۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان سے پوچھا کہ جو بات میں نے کہی ہے کیا تم اس بات کا اقرار کرتے ہو اور اس بات کا عہد کرتے ہو تو سب نے کہا ہاں ہم اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ جب ہماری زندگی میں وہ آخری نبی آ جائے تو ہم اس کی اتباع اور اس کی اطاعت کریں گے۔ اس پر ایمان لائیں گے اور اس کے دین کے دستِ بازو بن جائیں گے۔ تو اللہ نے فرمایا کہ تم گواہ رہنا اور میں بھی اس بات کا شاہد ہوں کہ تم نے میرے سامنے اس بات کا اقرار کیا ہے۔

معراج کے موقعہ پر پھر آپ ﷺ کو بیت المقدس لے جایا گیا ، جو اس زمانہ میں مسلمانوں کا قبلہ تھا سب مسلمان بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نمازیں پڑھتے تھے ۔ ربّ ذوالجلال نے اپنے اس بندے کو بیت اللہ سے بیت المقدس لے جاتے ہیں اور بیت المقدس میں سارے انبیاء اور رسولوں کو جمع فرماتے ہیں کہ تم نے مجھ سے عہد کیا تھا کہ اگر تمہاری زندگی میں آخری نبی آ جائے ہم اس پر ایمان لائیں گے تو آج میں تمہیں اس آخری نبی کے سامنے پیش کرتا ہوں بیت المقدس میں وہ نبی آرہا ہے۔ آج میں اس نبی کو تمہاری امامت کا اعزاز دینے والا ہوں۔ بیت المقدس میں ربّ ذوالجلال نے آپ ﷺ کو سارے انبیاء اور رسولوں کا امام بنادیا اور دنیا والوں پر واضح کر دیا کہ آج کے بعد اگر امامت کا کسی کو حق حاصل ہے تو اس امام الانبیاء اور سیّد الانبیاء کا ہے جو خاتم النبین ہے۔ آج کے بعد کسی فرد کو حتی کہ وہ نبی یا رسول ہو، حق نہیں ہے کہ اپنی امامت کا اعلان کرے۔

یہ معراج کا درس ہے کہ انبیاء بھی رسول بھی اس نبی کو اپنا امام تسلیم کر رہے ہیں، اس کے بعد کسی اور انسان کو وہ کتنا ہی اعلیٰ مرتبے پر فائز کیوں نہ ہو کتنا ہی دین دار کیوں نہ ہو، کتنا ہی تقویٰ کا مالک کیوں نہ ہو، اسے امام الانبیاء کے مقابلہ میں امامت کا حق نہیں دیا جا سکتا ہے، اگر کوئی امام الانبیاء کو چھوڑ کر کسی اور کو اپنا امام سمجھتا ہے اس کی اطاعت کرتا ہے امام الانبیاء کی اطاعت چھوڑ کر کسی اور کی اطاعت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: **فمن تولی بعد ذلک فاولئک هم الفاسقون** (آل عمران)

یہ سب کچھ سمجھانے کے بعد بھی اگر کوئی امام الانبیاء کی امامت کو نہیں مانتا یا کسی اور کو اپنا امام بنا کر اس کی اطاعت کرتا ہے تو اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ وہ فاسق و فاجر ہے دین سے دور ہے۔

بیت المقدس لے جانے کے بعد آپ کے سامنے جبرائیل علیہ السلام نے دو پیالے پیش کیے ایک میں دودھ تھا اور ایک میں شراب تھی، کہ ان میں سے جو بھی آپ چاہتے ہیں اختیار کر لیجئے آپ ﷺ نے دودھ کا پیالہ پسند کیا دودھ کے پیالے کو اٹھا کر اس کو پی لیا شراب کے پیالے کو ہاتھ نہیں لگایا۔ پھر جبرائیل علیہ السلام فرماتے ہیں کہ "**هدیت للفطرة فلو اخذت الخمر لغوت امتک ؛ (النسائی)**" اے اللہ کے نبی ﷺ آپ کی صحیح رہنمائی کی گئی ہے۔

اگر آپ اس دودھ کے پیالے کو چھوڑ کر شراب کے پیالے کا انتخاب کرتے تو لــغــوت امتک تو آپ کی امت گمراہ ہوجاتی ہے اور راہِ راست سے بھٹک جاتی۔اس چیز سے ہمیں درس دیا گیا کہ وہ فطری دودھ جو جانوروں سے حاصل ہوتا ہے کسی مشین سے نہیں بنایا جاسکتا۔وہی چیز جو بھینس کھاتی ہیں بکریاں کھاتی ہیں وہ چیز کسی مشین میں ڈال کر دودھ نکال لیا جائے ممکن نہیں ہے اس کے سوا کسی انداز میں آپ دودھ بنالیں کیمیکل ڈال کر دودھ بنالیں،عوام کے سامنے پیش کردیں وہ دودھ نہیں ہوگا وہ نقلی اور جعلی دودھ ہوگا۔دودھ وہی ہے جو اللہ نے بنایا ہے اور شراب وہ ہے جو انسانوں نے خود بنائی ہے۔انسان اللہ تعالی کے عطا کردہ وسائل کو استعمال کرتے ہوئے حلال چیزوں سے حرام چیز تیار کرلیتا ہے، شراب انسان کی بنائی ہوئی چیز ہے۔اسے انسان بناتا ہے لیکن دودھ اسے اللہ نے بنایا ہے اسے انسان نہیں بنا سکتا ہے۔

ہمیں یہ درس ملا کہ دین وہ ہے جو ہمیں اللہ تعالی نے عطا کیا ہے۔دین وہ نہیں ہے جو کسی انسان کا بنایا ہوا ضابطہ حیات ہو ، انسان کے بنائے ہوئے کسی قانون ،ضابطہ یا دستور کو دین کا نام نہیں دیا جاسکتا ہے اور اگر کسی نے اللہ کے دیئے ہوئے اس دین اسلام کو چھوڑ کر انسانوں کے بنائے ہوئے ضابطہ حیات کو بطور دین اختیار کیا تو وہ گمراہ ہوجائیں گے۔دین وہی ہے جو اللہ نے دیا ہے۔اس کے سوا کوئی دین نہیں ہے۔دین وحی الٰہی (کتاب وحکمت) کا نام ہے۔انبیاء نے رسولوں نے ہمیں یہ دین وحی الٰہی کی صورت میں دیا۔ دین وحی الٰہی کے سوا کچھ نہیں ہے وہ قرآن کی شکل میں ہو یا حدیث کی شکل میں ہو یہی دین ہے اس کے سوا کوئی چیز دین نہیں ہے۔ اگر دین اسلام کو چھوڑ کر کسی اور دین کی پیروی کروگے تو گمراہ ہو جاؤ گے۔ ہمیں درس دیا گیا کہ لوگو اگر تم کسی قوم کے قائد یا لیڈر بن جاؤ تو یاد رکھنا تمہاری ایک غلطی سے پوری قوم کو نقصان اُٹھانا پڑے گا تمہاری ایک غلطی پوری قوم کی بربادی کا سامان بن سکتی ہے۔اگر تم نے کسی قوم کا قائد بن کر غلط چیز کا انتخاب کیا تو اس کے اثرات تم پر تو پڑیں گے لیکن تمہارے ساتھ ساتھ تمہاری قوم بھی اس سے متاثر ہوگی۔ دیکھ لیجئے آج ہمارے حکمران ہمارے لیڈر اگر بُرے ہیں حرام کھانے والے،ظلم کرنے والے، بے شرم وبے حیا ،ضمیر فروش اور ایمان فروش ہیں تو کیا

یہ اوصاف ہم میں نہیں ہیں۔

شاید ان سے کچھ کم ہوں ، مگر کسی نہ کسی حد تک موجود ہیں۔

اگر باپ کا رویہ، اس کی بات کا انداز اور اسلوب زندگی غلط ہوگا تو اولاد پر اس کے اثرات پڑیں گے بلکہ پورے خاندان پر اثرات پڑیں گے ۔ اللہ تعالی نے ہم سب کو ذمہ دار اور جواب دہ بنایا ہے۔ الا کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیته (صحیح مسلم)

تم میں سے ہر ایک ذمہ دار ہے اور کل قیامت کے دن اس سے اپنی ذمہ داری کے بارہ میں سوال کیا جائے گا۔ کہ تمہاری یہ ذمہ داری تھی تم نے اسے کیسے ادا کیا؟ ایک گھر کا سربراہ اپنے خاندان کے بارے میں جواب دہ ہے ، ماں اپنی اولاد کے بارے میں جواب دہ ہے اپنے گھر کے بارے میں جواب دہ ہے، اس لیے ہر شخص جو کسی بھی منصب یا ذمہ داری پر فائز ہے اسے اپنے اعمال کو صحیح کرنا چاہیئے وگرنہ اس کے اثرات اس کے ماتحت لوگوں پر پڑیں گے، وہ اولاد ہو ، اس کے ملازمین ہوں ، یقیناً یہ سارے لوگ اپنے بڑوں سے متاثر ہوتے ہیں۔

بیت المقدس میں سیّد کائنات ﷺ کو امام الانبیاء کا منصب عطا کر کے آپ کو آسمانوں پر لے جایا گیا۔ جب پہلے آسمان پر پہنچتے ہیں، جبرائیل علیہ السلام ساتھ ہیں وہاں اجازت طلب کی جاتی ہے، یہ ممکن نہیں ہے کہ ہر کوئی جیسے چاہے آسمان پر چلا جائے۔ دروازے پر دستک دی جاتی ہے، پوچھا گیا کون ہے؟ فرمایا جبرائیل ہوں، ساتھ کون ہے؟ بتایا گیا کہ امام الانبیاء سید الرسل خاتم النبیین محمد ﷺ ہیں۔ سوال ہوا ، کیا ان کو بلایا گیا ہے؟ جی ہاں بلایا گیا ہے۔ یہ وہ سیکورٹی کا نظام ہے جو اللہ نے آسمان پر قائم کیا ہوا ہے ، کسی شیطان کو یہ اختیار نہیں کہ وہ آسمانوں پر چلا جائے۔ ہر آسمان پر اجازت لی گئی پوچھا گیا بتایا گیا کہ کون ہے۔ پہلے آسمان پر آپ کی ملاقات ایسے شخص سے ہوتی جسے آپ ﷺ نہیں جانتے تھے ، آپ نے پوچھا یہ کون ہے؟ بتایا گیا کہ یہ آپ کے جدامجد آدم علیہ السلام ہیں، تو آپ ﷺ نے انہیں سلام کیا۔ انھوں نے آپ کو استقبالیہ کلمات کہے ۔ تو آپ دیکھتے ہیں کہ آدم علیہ السلام جب دائیں جانب دیکھتے ہیں تو ان کے چہرے پر خوشی کے اثرات محسوس ہوتے ہیں، جب بائیں جانب دیکھتے ہیں تو رنج اور غم کے اثرات چہرے پر نمایاں ہو جاتے ہیں۔ آپ ﷺ نے اس بارہ میں سوال کیا

تو بتایا گیا کہ آدم علیہ السلام جب دائیں جانب دیکھتے ہیں تو ان کو ان کی وہ اولاد دکھائی جاتی ہے جو جنت میں جانے والی ہے اور جب بائیں جانب دیکھتے ہیں تو ان کو ان کی وہ اولاد دکھائی جاتی ہے جو جہنم میں جانے والی ہے ۔ جب آپ اپنی جنتی اولاد کو دیکھتے ہیں تو چہرے پر خوشی کے آثار آجاتے ہیں اور جب آپ اپنی جہنمی اولاد کو دیکھتے ہیں تو چہرے پر رنج اور غم کے آثار نظر آجاتے ہیں۔ ہمیں یہ درس ملا کہ تم بھی کسی کی اولاد ہو اگر یہ چاہتے ہو کہ ہمارے ماں باپ کو صدمہ یا غم نہ پہنچے بلکہ وہ خوش رہیں، تو نیک کام کرو ،تمہارے نیک کاموں کے اثرات ان تک پہنچتے ہیں ، اگر بُرے کاموں کرو گے تو ان کے اثرات بھی ان تک پہنچیں گے۔ ہمارے اعمال کے اثرات ہمارے ماں باپ تک جاتے ہیں اگر ہم ماں باپ کے لیے دعا یا استغفار کریں تو اس کا فائدہ ان کو ہوتا ہے ۔

ایسے کام کریں کہ دنیا میں بھی ماں باپ کا نام روشن ہو اور آخرت میں بھی ماں باپ کو اجر عظیم ملے ۔جس طرح دنیا میں ماں باپ کے اثرات اولاد پر پڑتے ہیں ماں باپ اچھے ہوں ،نیک ہوں، تو اس کے اثرات اولاد پر دیکھے جاتے ہیں اگر ماں باپ بُرے ہوں تو ان کی بُرائی کے اثرات بھی اولاد پر پڑتے ہیں الا ماشاللہ کسی کو اللہ بچالے وگرنہ عام طور پر ماں باپ کے بُرے اثرات اولاد پر پڑتے ہیں۔

لوگ کہتے ہیں کہ یہ فلاں نیک آدمی کا بیٹا ہے، فلاں بدمعاش کا بیٹا ہے، فلاں ڈاکو کا بیٹا ہے، فلاں رشوت خور کا بیٹا ہے۔ یہ وہ اثرات ہیں جن سے اولاد متاثر ہوتی ہے ، اسی طرح اولاد کے اچھے بُرے اعمال کے اثرات ماں باپ پر پڑتے ہیں، اس لیے احتیاط کیجئے، اولاد ہونے کی حیثیت سے ہم میں سے ہر شخص کسی نہ کسی کی اولاد ہے، اپنے ماں باپ کو رنج ،الم سے بچانے کے لئے نیک اعمال کیجئے۔

پھر آپ کو دوسرے آسمان پر لے جایا گیا ، وہاں آپ کی ملاقات حضرت یحیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ہوتی ہے پھر تیسرے آسماں پر لے جایا گیا وہاں آپ کی ملاقات حضرت یوسف علیہ السلام سے ہوئی، آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ یوسف علیہ السلام کو بہت زیادہ حسن عطا کیا گیا ۔ پھر آپ کو چوتھے آسمان پر لے جایا گیا، وہاں آپ کی

ملاقات حضرت ادریس علیہ السلام سے ہوئی، پھر آپ کو پانچویں آسمان پر لے جایا گیا، وہاں آپ کی ملاقات حضرت ہارون علیہ السلام سے ہوئی، چھٹے آسمان پر آپ کی ملاقات حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ہوئی اور ساتویں آسمان پر آپ کی ملاقات حضرت ابراہیم علیہ السلام خلیل اللہ سے ہوئی۔ آپ ﷺ نے دیکھا کہ ابراہیم علیہ السلام بیت المعمور کے ساتھ ٹیک لگائے بیٹھے ہیں اور آپ ﷺ نے بیت المعمور کے بارہ میں بتایا کہ جیسے دنیا میں بیت اللہ ہے اور تم بیت اللہ حج یا عمرے کے لئے جاتے ہو، بیت اللہ کا طواف کرتے ہو۔ اسی طرح ساتویں آسمان پر بیت المعمور ہے اور فرشتے اس گھر کا طواف کرتے ہیں، جو فرشتہ ایک مرتبہ بیت المعمور میں چلا جاتا ہے پھر قیامت تک اس کی باری نہیں آئے گی ایک فرشتہ کو قیامت تک صرف ایک مرتبہ بیت المعمور کے طواف کی باری ملتی ہے لیکن خلیل اللہ ابراہیم علیہ السلام بیت المعمور کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھیں ہیں یہ چیز انہیں کیوں کر حاصل ہوئی؟ اس لئے کہ ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام وہ ذات ہیں جس نے دنیا میں بیت اللہ تعمیر کیا تھا یہ بیت اللہ کے معمار ہیں، دنیا میں اللہ کا گھر بنانے والے ہیں ربّ ذوالجلال نے یہ فضلیت عطا کی یہ مقام عطا کیا کہ فرشتے جو قیامت تک صرف ایک بار بیت المعمور میں جائیں گے لیکن ابراہیم علیہ السلام جس نے دنیا میں بیت اللہ کو بنا کر ساری کائنات کو اس کی جانب حج کے لئے بلایا تھا وہ ابراہیم خلیل اللہ بیت المعمور کے ساتھ بیٹھیں ہیں۔ (بخاری) اس سے ہمیں یہ درس ملا کہ دنیا میں یہ جو اللہ کے گھر (مساجد) ہیں جو لوگ ان کی تعمیر و آبادی کے لئے کوشاں رہتے ہیں، دن میں پانچ بار اس گھر میں آتے ہیں ربّ اور اس کے گھر کے ساتھ وابستگی کا اظہار کرتے ہیں۔ اللہ انہیں دنیا و آخرت میں اعلیٰ مقام عطا فرماتے ہیں۔

پھر آپ ﷺ کو ساتویں آسمان پر سدرۃ المنتہی پر لے جایا گیا۔ یہ وہ مقام ہے کہ زمین سے جو بھی اعمال اوپر جاتے ہیں سدرۃ المنتہی پر روک لئے جاتے ہیں اور آسمان سے اللہ کی جانب سے جو احکام نازل ہوتے ہیں اس مقام پر نازل ہوتے ہیں پھر آگے ان احکامات و تعلیمات کو ان سے متعلقہ مقامات پر منتقل کیا جاتا ہے یہ سدرۃ المنتہی ہے کہ آسمان سے آنے والی ہر چیز یہاں ٹھہرائی جاتی ہے اور زمین سے آنے والی چیز وہاں روک لی جاتی ہے اس لیے اسے

سدرۃ المنتھی کہتے ہیں۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب مجھے اس مقام پر لے جایا گیا تو اس درخت یعنی سدرۃ المنتھی پر ایسی خوبصورت رنگ برنگ چمکدار روشنی چھا گئی کہ اللہ کی کوئی مخلوق بھی وہ کیفیت بیان کرنے سے قاصر ہے ، میں نے محسوس کیا جیسے سونے کی تتلیاں اس درخت پر محو پرواز ہیں لیکن کیسی خوبصورتی تھی اور کیسا خوبصورت منظر تھا میں اسے بیان نہیں کرسکتا۔ (بخاری)

اس مقام پر ربّ ذوالجلال نے آپ کے ساتھ کلام کی اور واپسی پر آپ کو تین تحفے دیئے جو آپ اور آپ کی اُمت کے لئے تھے۔ دنیا کے اصول کی طرح سیّد کائنات نے اس ملاقات کے موقعہ پر اپنی جانب سے اپنے مالک کے حضور جو تحفہ اور نذرانہ پیش کیا وہ اپنی بندگی کا تھا، اور ربّ کے حضور ایک بندے کا اس سے بڑا تحفہ اور نذرانہ کوئی نہیں ہے کہ یہ انسان اللہ کے سامنے اپنی بندگی ،اپنی غلامی اور عاجزی انکساری کا اظہار کرے۔اے اللہ میں تیرے سامنے کچھ بھی نہیں اپنی پیشانی کو اپنے چہرے کو جو جسم کا بہترین عضو ہے اسے زمین پہ رکھ دے کہ اے میرے اللہ تیرے حضور اپنی عاجزی کا اظہار کرتے ہوئے اپنے بہترین چہرے کو زمین کے ساتھ ملا کر خاک آلود کر کے تیرے سامنے بندگی کا اپنی عاجزی کا اظہار کر رہا ہوں، یہ عمل اللہ کے سوا کسی اور کے لیے جائز نہیں ہے کہ انسان کسی اور کے سامنے وہ انسان ہو یا حیوان یا پتھر ہو کسی کے سامنے سر جھکا دے کسی کے سامنے سجدہ کرے اپنی پیشانی کو زمین پر لگا دے کسی مخلوق کے لیے یہ عمل کرنا جائز نہیں ہے صرف اللہ کے لیے سجدہ روا ہے یہ صرف اس کا حق ہے کہ اس کے سامنے مخلوق جھک جائے۔اللہ کے سوا کسی اور کے سامنے جھک جانا عاجزی کا اظہار کرنا ذلت کی انتہا کو پہنچ جانا کہ چہرے کو زمین سے لگا دے کسی اور کے لیے جائز نہیں ہے یہ انسان کا سب سے بڑا نذرانہ ہے اپنی بندگی کا سیّد کائنات جو انسانوں میں بندگی کے سب سے اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔ آپ نے ربّ کے حضور جو نذرانہ پیش کیا جو تحفہ پیش کیا وہ بندگی کا تھا اور ربّ نے اپنے اس سب سے عظیم بندے سب سے اعلیٰ بندے کے اس تحفے کے جواب میں جو تحفہ عطا کیا اس میں ایسی چیزیں ہیں کہ انسان اس کے ساتھ اس دنیا میں بھی رفعت اور بلندی پا سکتا ہے۔عروج پا سکتا ہے اور اللہ کے بہت قریب ہوسکتا ہے۔

پہلا تحفہ پچاس نمازوں کا تھا، رب نے فرمایا کہ میں تم پر اور تیری اُمت پر پچاس نمازیں فرض کرر ہا ہوں آپ بندگی کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے ربّ نے جو کہہ دیا مان لیا، یہ نہیں کہا کہ اے اللہ پچاس نمازیں زیادہ ہیں انہیں کم کردو ، وہ تحفہ لے کر واپس آ رہے تھے راستے میں موسیٰ علیہ السلام پوچھتے ہیں سناؤ اللہ نے کیا تحفہ دیا ہے کیا باتیں ہوئی ہیں؟ تو آپ بتاتے ہیں کہ اللہ نے میری اُمت پہ پچاس نمازیں فرض کی ہیں تو موسیٰ علیہ السلام جن کا واسطہ اپنے زمانے کی بہترین قوم کے ساتھ پڑا تھا مگر قوم کے بُرے رویہ کے تجربہ کی بنیاد پر موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ پچاس نمازیں آپ کی اُمت ادا نہیں کرسکتی واپس جائیں اللہ سے درخواست کریں کہ اس میں کمی کردے آپ ان کی بات سنتے ہیں جبرائیل علیہ السلام کو مشورہ طلب نگاہوں سے دیکھتے ہیں کہ تمہاری کیا رائے ہے؟ واپس جاؤں کہ نہ جاؤں؟ تو جبرائیل علیہ السلام نے مشورہ دیا کہ آپ واپس جائیں اور درخواست کریں شاید اللہ تعالی تخفیف فرمادیں، اس طرح بار بار درخواست کرنے کے بعد آخر میں پانچ نمازیں رہ جاتی ہیں تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے میرے نبی ﷺ جب میں کوئی بات کہہ دوں پھر اسے تبدیل نہیں کرتا میری شان یہ نہیں ہے کہ میں کوئی بات کہہ کر تبدیل کردوں اس لیے اگر تمہاری درخواست پر میں نے پچاس نمازوں کو پانچ کردیا ہے لیکن میری ہاں پچاس کی پچاس ہیں تم ایک نماز پڑھو گے میں ایک نماز کا اجر دس نمازوں کا دوں گا پانچ نمازیں پڑھو گے تو پچاس نمازوں کا اجر دوں گا۔ (صحیح بخاری)

ربّ ذوالجلال کا یہ بہت بڑا تحفہ ہے اپنے بندوں کے لیے دنیا میں ہم کسی بڑے سے ملاقات کرنے کے لیے پاپڑ بیلتے ہیں بڑی کوشش کرتے ہیں کہ چند منٹ کی اس سے ملاقات ہو جائے یہاں ملاقات کی اجازت نہیں ہے بلکہ ملاقات کی دعوت آرہی ہے کہ لوگو سن لو بڑوں سے ملنے کی درخواست کرتے ہو ہمیں ٹائم دو ملاقات کا تمہیں نہیں ملتا میں اس کائنات کی عظیم ہستی ہوں میں تمہیں دعوت دیتا ہوں۔ آؤ میرے پاس میں تمہیں بلاؤں گا، ایک دن میں پانچ بار تمہیں بلاؤں گا میرے پاس آؤ تم دنیاداروں کے پاس جاتے ہو دنیا کا مال لینے کے لیے تمہیں نہیں ملتا، میرے پاس آؤ میں ساری کائنات کا مالک ہوں سارے خزانوں کا مالک ہوں عزت و ذلت

میرے ہاتھ میں ہے اقتدار میرے ہاتھ میں ہے ، آؤ میں تمہیں بلا رہا ہوں، دن میں پچاس بار، میری دعوت پہ لبیک کہو ، میرے گھر میں آؤ شرف بازیابی حاصل کرو میرے قریب آ جاؤ میرا قرب حاصل کرلو پھر مجھ سے جو مانگو میں عطا کروں گا۔

یہ کتنا بڑا انعام ہے ربّ ذوالجلال کا کہ دنیا کے بڑوں کے لیے تم کوشش کرتے ہیں ملاقات کا ٹائم لینے کے لیے لیکن وہ اللہ جو سب سے بڑا ہے خود ہمیں بلا رہا ہے۔ پھر اس ملاقات کی رحمت کائناتﷺ نے فضیلت بیان کی ہے کہ جب انسان اذان سن کر اللہ کی دعوت پہ لبیک کہتے ہوئے وضو کر کے اس کے گھر کو جاتا ہے ابھی ملاقات نہیں ہوئی ہے ملاقات کا ارادہ کر کے اپنے ظاہری جسم کو پاک کر کے گھر سے نکلتا ہے تو جب ایک قدم اُٹھاتا ہے رب ذوالجلال اس کے ایک قدم کی وجہ سے اسے ایک نیکی عطا کر دیتے ہیں اس کا ایک گناہ معاف کر دیتے ہیں اس کا ایک درجہ بلند کر دیتے ہیں جتنے قدم چل کر اللہ کے گھر مسجد میں پہنچتا ہے ہر ہر قدم کے بدلے اسے ایک نیکی ملتی ہے اس کا گناہ مٹا دیا جاتا ہے اس کا ایک درجہ بلند کر دیا جاتا ہے۔ (صحیح مسلم) کہ یہ شخص اللہ کے حضور اپنی عاجزی' بندگی کے اظہار کے لیے اس کی دعوت پہ لبیک کہتے ہوئے اس کے گھر کی جانب جا رہا ہے جب مسجد میں پہنچ جاتا ہے ابھی نماز با جماعت میں وقت باقی ہے جماعت کا انتظار کرتا ہے تو آپﷺ نے فرمایا کہ جو شخص نماز کے انتظار میں مسجد میں بیٹھتا ہے وہ یہی سمجھے کہ نماز کی حالات میں ہوں، نماز کے انتظار میں پانچ منٹ گزر جائیں دس منٹ لگ جائیں بیس منٹ لگ جائیں وہ یہ نہ سمجھے کہ میرا ٹائم ضائع ہو رہا ہے وہ نماز کی کیفیت میں ہے نماز کی حالت میں ہے نماز کے بعد بھی جب تک وہ اللہ کے گھر میں بیٹھا رہتا ہے وہ نماز کی حالت میں ہی ہوتا ہے اور جب یہ شخص جو اللہ سے ملاقات کے لئے مسجد میں بیٹھا ہوا ہے نماز کے انتظار میں یا نماز کے بعد بیٹھا ہوا ہے تو اللہ کی رحمت کے فرشتے دعا کرتے ہیں "**اللهم ارحمه اللهم اغفره اللهم اغفرله اللهم تب عليه**" کہ اے اللہ اپنے اس بندے پر رحم فرما اپنے اس بندے پر اپنی رحمتیں نازل فرما "**اللهم اغفرله**" اے اللہ اس بندے کو معاف کر دے اس کی کوتاہیوں کو معاف کر دے "**وتب عليه**" اے اللہ اسے اپنی پناہ میں لے لے اپنی گود میں لے لے اس کی حفاظت

فرما جب تک وہ شخص وہ مومن مسجد میں بٹھا ہوا ہے نماز کے انتظار میں یا نماز کے بعد یہ فرشتے اس کے لیے دعا کرتے ہیں۔ (صحیح بخاری)

اتنی بڑی فضلیت ہے کہ انسان ربّ کی ملاقات کے لیے آیا ہے لیکن ملاقات کے علاوہ جو وقت بھی صرف کرر ہا ہے وہ ملاقات کا ہی وقت ہے اجر ملتا ہے فرشتے اس کے لیے دعا کرتے ہیں اور جب انسان نماز پڑھ لیتا ہے تو نماز کے بعد اللہ سے ملاقات کرنے کے بعد یوں ہو جاتا ہے جیسے گناہوں سے پاک ہو گیا ہو اس کے جتنے بھی گناہ تھے چھوٹے تھے بڑے تھے جب اس نے اللہ کے سامنے کھڑے ہو کر کہہ دیا "اللھم اغفرلی وارحمنی" اے اللہ مجھے معاف کردے مجھ پر رحم فرما دے تو اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے تمام گناہوں کو معاف کر دیتا ہے ایک صحابی آتا ہے اور کہتا ہے کہ اے اللہ کے نبی مجھ سے بہت بڑا گناہ سرزد ہو گیا ہے مجھ پر حد قائم کیجئے۔ آپ ﷺ اس کی بات سنتے ہیں خاموش ہو جاتے ہیں جواب نہیں دیتے ہیں سوال نہیں کرتے اسی دوران نماز کا ٹائم ہو جاتا ہے جماعت کھڑی ہوتی ہے نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ ﷺ پوچھتے ہیں کہ وہ سائل کہاں ہے جس نے کہا تھا کہ میں گناہ کر کے آیا ہوں مجھ پر حد نافذ کیجئے وہ کہاں ہے۔ اسے بلاتے ہیں وہ آدمی پھر کہتا ہے کہ اے اللہ کے نبی ﷺ میں نے گناہ کیا ہے مجھ پر حد قائم کیجئے۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں تم نے نماز پڑھی ہے کہا جی پڑھی ہے، کہا تم نے نماز پڑھ لی ہے تو "ان الحسنات یذھبن السیات" (صحیح بخاری) یہ نیکیاں گناہوں کو صاف کر دیتی ہیں تم نے نماز پڑھی ہے ہمارے ساتھ اللہ نے تمہارے گناہ معاف کر دیئے ہیں، جیسے بھی گناہ تھے ہم نہیں پوچھتے کیسے گناہ تھے لیکن تم نے نماز پڑھی ہے اللہ سے معافی مانگی ہے "اللھم اغفرلی" کہہ دیا ہے "اللھم ارحمنی" کہہ دیا ہے تیرے گناہ معاف ہو گئے ہیں جب صحابہ پوچھتے ہیں کہ اے اللہ کے نبی کیا یہ بات اس کے لیے خاص ہے یا ہر ایک کے لیے ہے۔ (سنن ترمذی) کہا کہ ہر ایک کے لیے ہے جو بھی نماز پڑھتا ہے خلوص دل کے ساتھ سچے دل کے ساتھ اللہ اس کے تمام گناہوں کو معاف کر دیتے ہیں لیکن شرط یہ ہے کہ گناہوں پہ شرمسار ہو، دل میں یہ بات نہ ہو کہ اللہ معاف کر دے پھر جا کر گناہ کرلوں گا اگر گناہ کرنے کی نیت سے معافی مانگتا ہے

تو کوئی معافی نہیں ہے معافی تب ہی ہے جب اس عزم کے ساتھ کہے کہ اے اللہ مجھ سے غلطی ہوگئی ہے مجھے معاف کر دے میں عہد کرتا ہوں کہ آئندہ یہ کام نہیں کروں گا اس عزم کے ساتھ جب معافی مانگتا ہے انسان شرمسار ہو کر تو اللہ معاف کر دیتے ہیں لیکن جب ذہن میں یہ ہو چلو جو گناہ کیے تھے نماز سے پہلے وہ معاف ہو جائیں گے پھر دوکان پہ جائیں گے پھر اور گناہ کر لیں گے شام کو پھر معافی مانگ لیں گے نہیں ایسے معافی نہیں ملتی ، نماز کے ساتھ یقیناً معافی ملتی ہے لیکن اس آدمی کے لیے جو سچے دل سے معافی مانگتا ہے پھر اللہ تعالی اسے معاف کر دیتے ہیں۔ ربّ ذوالجلال نے ہمیں یہ انعام دیا ہے اسے تحفہ معراج بھی کہتے ہیں یعنی اگر تم بھی عروج چاہتے ہو اللہ کا قرب چاہتے ہو تو پھر یہ نماز وہ واحد ذریعہ ہے کہ ایک دن میں تم پانچ بار ملاقات کرتے ہو اس سے مناجات کرتے ہو اس سے باتیں کرتے ہو اس سے جو کہنا چاہتے ہو کہہ سکتے ہو دنیا میں تو کسی کے سامنے اپنی خواہشات کا اظہار کرنے سے شرم آتی ہے مجھے فلاں خیر دے دو فلاں شر سے بچا لو۔ انسان شرماتا ہے کبھی اپنے باپ سے بھی مانگتے ہوئے شرماتا ہے، لیکن اللہ سے جو چیز بھی مانگو گے کوئی شرمندگی نہیں ہے کوئی ندامت نہیں ہے وہ تو ربّ ہے ربّ العالمین ہے ہمیں پالنے والا ہے ہمارا پروردگار ہے ہمارا خالق ہے ایک سوئی بلکہ سوئی سے چھوٹی چیز بھی ہو اس سے مانگتے ہیں وہی ہمیں دیتا ہے اس لیے نماز ایک مؤمن کی معراج ہے جو انسان کو زمین سے آسمان تک لے جاتی ہے اسے ربّ سے ملاتی ہے ربّ کا قرب حاصل ہو جاتا ہے انسان کے لیے سب سے بڑی نعمت اور سب سے بڑا انعام ہے اللہ کی رضامندی ہے کہ اللہ خوش ہو جائے اس کے سوا ہمیں کچھ نہیں چاہیے ، اس زندگی میں دنیا میں جو کچھ بھی کرتے ہیں اس لیے کرتے ہیں کہ اللہ راضی ہو جائے اور اللہ کی رضوان بہت بڑی چیز ہے "ورضوان من اللہ اکبر" (سورہ التوبۃ (۱۰) آیت نمبر ۲۷

اللہ کی تھوڑی سی رضوان مل جائے تو یہ بہت بڑی چیز ہے جب مالک راضی ہو جائے وہ کہہ دے کہ میں تم پہ راضی ہوں میں کبھی تم سے ناراض نہیں ہوں گا اس سے بڑی نعمت کیا ہو سکتی ہے؟ جب ربّ راضی ہو جائے ربّ کی ہر چیز ہماری بن جاتی ہے جب ربّ ناراض ہو جائے تو ہم سے نعمت چھن سکتی ہے اس لیے ربّ کی رضا میں ہماری فلاح ہے کامیابی ہے یہی ہماری منزل

ہے اور ربّ کی رضوان اس نماز کے ساتھ ملتی ہے۔ ہر نماز کی اپنی اپنی اہمیت ہے۔ فجر کی نماز ہو، ظہر کی نماز ہو، عصر کی نماز ہو، مغرب کی نماز ہو، عشاء کی نماز ہو۔ ہر نماز کے اپنے اپنے فائدے ہیں اپنی اپنی تاثیر ہے جس طرح پھل اس زمین سے پیدا ہوتے ہیں لیکن ہر پھل کی اپنی تاثیر ہے اپنے اثرات ہیں اس طرح نمازیں پانچ ہیں لیکن ہر نماز کی اپنی اپنی تاثیر ہے تہجد کی نماز کی اپنی تاثیر ہے جو کسی اور نماز کی نہیں ہے فجر کی نماز کی اپنی تاثیر ہے جو کسی اور نماز کی نہیں ہے اس لیے ہر نماز کی پابندی کرنی ہے آپ نے فرمایا جو شخص فجر کی نماز پابندی کے ساتھ پڑھتا ہے وہ اللہ کی امان میں آجاتا ہے۔ "**فی ذمة اللّٰه**" وہ اللہ کی پناہ میں اللہ کی حفاظت میں آجاتا ہے شام تک اللہ کی حفاظت میں رہتا ہے اگر مر جائے شام تک اللہ اسے معاف کر دیتا ہے اور جنت میں بھیج دیتا ہے۔ (صحیح مسلم) جو عشاء کی نماز جماعت پڑھتا ہے وہ ساری رات اللہ کی حفاظت میں رہتا ہے اللہ کی امان میں رہتا ہے اگر رات کو انتقال ہوجائے تو اللہ تعالیٰ اس کو بخش دیتے ہیں یہ فائدے ہیں عصر کی نماز کے متعلق آپ ﷺ نے فرمایا "**الذی تفوته صلوة العصر**" کہ وہ شخص جس کی عصر کی نماز فوت ہوجائے گا "**کانما وتر اهله و ماله**" وہ ایسے ہے جس کا کاروبار تباہ ہوگیا جس کے گھر والے بھی مر گئے نہ گھر والے رہے نہ کاروبار رہا جس طرح وہ شخص ہوتا ہے ویسے ہی انسان ہے جس کی نماز عصر رہ گئی ہے ، یہ معمولی چیز نہیں ہے یہ نماز عصر تمہارے مال میں تمہاری اولاد میں تمہارے کاروبار میں برکت کا باعث بنتی ہے۔ اس میں اگر تم نے کمزوری دکھائی یا سستی کی وہ ایسے ہی ہے جیسے مال بھی تباہ ہوگیا اہل وعیال بھی تباہ ہوگئے ہیں۔ (صحیح بخاری) اس لیے ہر نماز کی حفاظت کیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تھا "**من حافظ علیها**" جو شخص نمازوں کی حفاظت کرتا ہے "**کانت له نوراً او برهاناً ونجاةً یوم القیمة**" جو نماز کی جو حفاظت کرتا ہے پابندی کے ساتھ پڑھتا ہے۔ جماعت کے ساتھ پڑھتا ہے قیامت کے دن یہ نماز اس کے لیے نور بن جائے گی۔ قیامت کی تاریکیوں میں کدھر جانا ہے، کدھر نہیں جانا، اسے معلوم نہیں، یہ نماز اس کے لیے نور بن جائے گی اسے روشنی مل جائے گی راستہ تلاش کرنا آسان ہوجائے گا۔

"**وبرهاناً**" اور یہ دلیل بن جائے گی حجت بن جائے گی اللہ کے سامنے حساب کرتے

ہوئے اے اللہ یہ تیرا بندہ تھا تیری بندگی کو مانتا تھا تیرے سامنے عاجزی کا اظہار کرتا تھا یہ نماز اس کے لیے دلیل بن جائے گی کہ اے اللہ میں تیرا بندہ ہوں اور آج تیرے انعامات کا حق دار ہوں۔

"ونجاۃ" اور یہ نماز اس کی نجات کا ذریعہ بن جائے گی قیامت کے دن جب کوئی بھی نجات کا ذریعہ انسان کے سامنے نہیں ہوگا یہ نماز اس کی نجات کا ذریعہ بن جائے گی۔ "**من لم یحافظ علیھا**" جو نماز نہیں پڑھتا، پڑھتا تو ہے لیکن محافظت نہیں کرتا ہے اہتمام نہیں کرتا سستی کرتا ہے۔ "**لم تکن له نورً اولا برھاناً ولانجاۃ**" یہ نماز اس کے لیے نہ نور بنے گی نہ دلیل بنے گی نہ نجات کا ذریعہ بنے گی۔

"**وکان مع قارون وفرعون و ھامان وابی بن خلف**" اور وہ شخص قیامت کے دن قارون کے ساتھ ہوگا فرعون کے ساتھ ہوگا ہامان ابی بن خلف کے ساتھ ہوگا۔ (مسند احمد)

ربّ ذوالجلال نے معراج کے موقعہ پر اپنے پیارے نبی ﷺ کو سورہ بقرہ کی آخری دو آیات تحفہ میں عطا کیں۔

آمَنَ الرَّسُولُ بِمَا أُنزِلَ إِلَيْهِ مِن رَّبِّهِ وَالْمُؤْمِنُونَ كُلٌّ آمَنَ بِاللَّهِ وَمَلآئِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّن رُّسُلِهِ وَقَالُواْ سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ (285) لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْساً إِلَّا وُسْعَهَا لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِن نَّسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا إِصْراً كَمَا حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِنَا رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا أَنتَ مَوْلَانَا فَانصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ (286)

ان آیات میں رب ذوالجلال نے بندگی کے آداب اور ایک بندے کی صفات واضح کی ہیں۔ان دو آیات کی فضیلت میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو شخص رات کو صرف یہ دو آیات پڑھ لے تو یہ اس کے لئے کافی ہو جائیں گی۔ (صحیح بخاری)

فرائض کے علاوہ جو نفلی عبادات کرتا تھا سورتیں پڑھتا تھا کسی رات وہ تھکا ماندہ ہے۔ نیند غالب ہے نہیں پڑھ سکتا اگر وہ یہ دو آیتیں پڑھ لے کفتاہ اس کے لیے کافی ہو جائیں

گی۔ (صحیح بخاری)

آپ ﷺ نے فرمایا یہ عرش کے نیچے خزانہ ہے اس خزانے سے مجھے خزانہ دیا گیا۔ (مسند احمد) ایسے ایک حدیث میں آتا ہے کہ اللہ فرماتے ہیں اے میرے حبیب اے میرے نبی ﷺ اے میرے بندے خوش ہوجا دونوں کے ساتھ او تیتھما جو تمہیں عطا کیے گئے ہیں "ولم یوتھما" جو تجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دیے گئے۔ (صحیح مسلم) ایک سورۃ فاتحہ ہے اور ایک سورۃ البقرہ کی آخری دو آیتیں ہیں یہ بہت بڑا خزانہ ہے۔اس سے فائدہ اُٹھا لیجئے۔

تیسرا تحفہ یہ تھا کہ اے نبی ﷺ آپ کی اُمت میں سے کوئی فرد بڑے بڑے گناہ کیوں نہ کرے لیکن میری ذات کے ساتھ شریک نہ ٹھہرائے ،شرک نہ کرتا ہو میں اس کے بڑے بڑے گناہ معاف کردوں گا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا انعام تھا تحفہ تھا جو اللہ نے اس موقعہ پر اپنے نبی ﷺ کو عطا کیا اور اللہ فرماتے ہیں۔ "یبنی آدم لواتیتی بقراب الارض خطایا ثم لقیتنی لاتشرک بی شیئا لاتیتک بقرابھا مغفرہ" (سنن ترمذی) اے میرے بندے اگر تو یہ ساری زمین بھر کر گناہوں کے ساتھ میرے پاس آجائے جب تو میرے پاس آئے قیامت کے دن تیرے گناہوں کے ساتھ ساری زمین بھری ہوئی ہو لیکن تیرے گناہوں میں میرے ساتھ شرک نہ ہو میری بندگی کو مانتا تھا تو میں تجھے معاف کرڈالوں گا بڑے بڑے گناہ معاف کردوں گا لیکن اگر شرک کیا تو جب تک تو شرک سے تائب نہیں ہوتا جب تو توبہ نہیں کرتا، تو میں اسے معاف نہیں کروں گا یہ تین تحفے تھے معراج کے انہیں قبول کیجئے۔ اللہ تعالیٰ ان سے اس کے ساتھ فائدہ اُٹھانے کی توفیق عطا فرمائے۔

بقیہ ہر چیز کا مثبت استعمال

بظاہر تو چوری ایک غلط عمل ہے مگر جب اسے مثبت استعمال کیا جائے تو پھر یہی بری چیز اچھی لگنے لگتی ہے۔لامحالہ دنیا میں ہر چیز کے دو رخ ہوتے ہیں مثبت اور منفی ۔ جو مثبت راہوں پر چل نکلا وہ انسان کامیاب وکامران ہوتا ہے۔بس کوشش یہی ہونی چاہیے کہ انسان اپنی ہر خوبی اور خامی کو مثبت استعمال کرے۔ جہاں آپ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں سے فائدہ اٹھا سکیں گے وہاں اپنی قوم کو فائدہ بھی پہنچانے کا سبب بنیں گے،بس شرط یہی ہے کہ کوشش مثبت ہونی چاہیے۔